

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اشارات

جماعت اسلامی کے نصب العین کی کامیابی کا تمام تر انحصار صحیح دعوت و تبلیغ پر ہے لیکن تبلیغ کا لفظ سنتے ہی قدرتی طور پر آدمی کا ذہن ان تدبیروں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو ہاتھوں سے مسلمانوں میں تبلیغ دین کے لیے رائج و مقبول رہی ہیں۔ ایک زمانہ دراز کا تعامل جب کسی کام کے لیے کسی طریقہ کار کو مستعمل کر دیتا ہے تو دلوں پر اس کا ایسا سکھ میٹھا جاتا ہے کہ لوگ اس سے علیحدہ ہو کر کچھ سوچ ہی نہیں سکتے۔ وہ طریقہ اس کام کے انجام دینے کا بالکل قدرتی ذریعہ خیال کیا جانے لگتا ہے اور جو شخص بھی اس کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہو وہی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات آدمی اس سے بچنے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلتا ہے لیکن پھر چلتے چلتے پاؤں آپکے آپ اسی پتے ہوئے راستے پر پڑ پڑ جاتے ہیں جس سے بچنے کا ارادہ کر کے وہ گھر سے نکلتا تھا۔ ہم کو اکثر اس صورت حال کا تجربہ اپنے رفقاء میں ہوا۔ ہم نے وقتاً فوقتاً اس کے متعلق ہدایت شائع کر کے اس کی اصلاح کرنی چاہی لیکن بار بار کے تجربات نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ جو غلطیاں مدتوں کی مشق کے بعد پختہ ہو جاتی ہیں انہی تہنیت سے ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ اس وجہ سے نہایت ضروری ہے کہ جس طرح پوری وضاحت کے ساتھ ہم نے یہ بتا دیا ہے کہ ہم اسی دعوت کو لے کر اٹھے ہیں جس کو لے کر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام آئے تھے اسی طرح تفصیل کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیں کہ اس دعوت کو دنیا میں پھیلانے کا صحیح طریقہ جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے اختیار کیا وہ کیا ہے؟ تاکہ ایک طرف ہمارے رفقاء کو دعوت و تبلیغ کا صحیح طریقہ معلوم ہو جائے اور دوسری طرف ان حضرات کی غلط فہمیاں رفع ہو جائیں جو بعض اس وجہ سے کہ ہم نے ان کے اختیار کیے ہوئے طریقوں میں سے کسی طریقہ کو پسند نہیں کیا، سمجھتے ہیں کہ ہم تو تبلیغ کر رہے ہیں اور نہ تبلیغ کی ضرورت کے قائل ہیں۔

پتہ بتانے کے لیے ہر طریقوں کی غلطیوں کی طرف بالاجمال اشارہ کریں گے اس کے بعد تفصیل کے ساتھ

انبیاء کرام کے طریقہ دعوت کی تشریح کریں گے۔ مروجہ طریقوں میں ہمارے نزدیک دو طرح کی غلطیاں ہیں۔ علمی اور عملی۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ طریقہ تبلیغ اپنے فلسفہ کے اعتبار سے بھی غلط اور طریقہ کار کے پہلو سے بھی غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے نام سے اب تک جتنی جدوجہد بھی کی گئی وہ بیشتر صرف یہ کراہی متصدکے لحاظ سے لا حاصل رہی بلکہ اس سے اسلام کی دعوت کو سخت نقصان پہنچا۔ ہم پہلے اس طریقہ کی علمی غلطیوں کی طرف اشارہ کریں گے۔

(۱) سب سے بڑی غلطی جو اب تک اسلام کو پیش کرنے میں کی گئی وہ یہ ہے کہ پیش کرنے والوں نے اپنا اور اسلام کا صحیح تصور نہیں سمجھا اور اسلام کو اس حیثیت سے نہیں پیش کیا جس حیثیت سے اس کو قرآن نے پیش کیا تھا۔ قرآن نے اس کو اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ ہمیشہ سے خدا کا دین ہی ہے۔ جب کبھی بھی اور جس قوم میں بھی خدا نے اپنے کسی نبی کو بھیجا اسی دین کے ساتھ بھیجا۔ قومیں خدا کے بھیجے ہوئے دین میں برابر خرابیاں پیدا کرتی رہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعہ سے ان خرابیوں کی اصلاح کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنے آخری رسول کے ذریعہ سے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کے اس دین کو بالکل صحیح اور مکمل صورت میں نازل کر کے اس کو ہمیشہ کے لیے ہر طرح کی آمیزش اور تبدیل و تحریف کے خطرہ سے محفوظ کر دیا۔ یہ دین قرآن مجید کی صورت میں محفوظ ہے۔ یہ کسی خاص قوم کا دین نہیں ہے بلکہ تمام ہی نوع آدم کا دین اور خدا کے تمام نبیوں کا لایا ہوا دین ہے۔ جو اس کو ماننے وہ مسلم ہے اور جو نہ مانے وہ غیر مسلم ہے۔ یہ نہ تو خدا کے کسی رسول کی تکذیب کرتا نہ اس کی کسی کتاب کا انکار کرتا نہ کسی پر اپنی مطلق تفضیلت کا مدعی ہے، اس کا دعویٰ صرف یہ ہے کہ یہ تمام گذشتہ نبیوں کی تعلیم کا قابل اعتبار مجموعہ ہے اور ان کی تعلیموں کو مکمل کرتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس ہمارے مبلغوں اور مصنفوں نے اس کو مسلمانوں کے دین اور تمام ادیان کے ایک حریف کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کی سچائی ثابت کرنے کے لیے دوسری آسمانی کتابوں کی تعلیموں کا مذاق اڑایا اور بسا اوقات اس جوش میں اس قدر حد آگے بڑھ گئے کہ ان کی ان تعلیمات بھی مذاق اڑایا جن پر ایمان لانے کی سب سے زیادہ ذمہ داری بحیثیت مسلم اور تمام انبیاء کے مصدق ہونے کے خود ان پر عائد ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کا مقابلہ کر کے ان کو بیڑا کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس طرح کی مطلق ترجیح و تفضیل کی صریح ممانعت کی گئی تھی اور یہ تعلیم دی گئی تھی کہ اللہ

نے اپنے ہر پیغمبر کو کسی نہ کسی پہلو سے نقیسات دی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصیلت کے جو پہلو تھے وہ تعین کے ساتھ واضح کر دیے گئے تھے اور خود حضور نے تاکید کے ساتھ ممانعت فرمائی تھی کہ دوسرے انبیاء کے مقابل میں آپ کے لیے مطلق فضیلت کا دعویٰ نہ کیا جائے۔ لیکن مسلمانوں نے اسلام اور پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اندھی بھری مصلحت قوی کے جوش کے ساتھ پیش کیا اور اس غلطی کا ارتکاب صرف عام واعظوں اور مبلغوں نے ہی نہیں کیا بلکہ ہمارے بڑے بڑے مصنفین و مؤلفین نے کیا جن کی کتابیں مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لیے اسلام کے بگھنے کا واحد ذریعہ تھیں۔ آپ اپنے تمام بڑے بڑے مصنفوں کی وہ کتابیں اٹھا کر دیکھیے جو اسلام پر کھٹی گئی ہیں۔ ان میں دوسرے انبیاء اور ان کی تعلیمات کی نسبت ایسے زہر آلود فقرے آپ کو ملیں گے جن کو پڑھ کر روح کو اذیت ہوتی ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ سئل ہی تفریق بین اللہ و الرسل کی اسی بیاری میں مبتلا ہو گئے ہیں جن میں یہود و نصاریٰ مبتلا ہو گئے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے اس طرح کی کتابوں کو عزت و احترام کے ہاتھوں لیا اور اس طرح کے واعظوں کی تقریریں و ادواتجہین کے ساتھ سنیں کیونکہ اس سے ان کے قومی کبر و غرور کو شہ ملتی ہے۔ برعکس اس کے جن لوگوں کی تحریروں اور تقریروں میں یہ چاشنی نہیں ہوتی وہ نہ تو عوام ہی میں کچھ حسن قبول حاصل کرتے نہ خواص ہی میں ان کی کچھ بہت وقعت ہوتی۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ زہر آلود تبلیغی لٹریچر پیدا کرنے میں بہت کچھ دخل ان لوگوں کو بھی ہے جنہوں نے اسلام کے خلاف بڑی باتیاں کی ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی مسلمانوں کی غلطی ہے کہ انہوں نے شرک جو اب شر سے دس کر شیطان کی فتنہ انگیزیوں میں اس کے ساتھ تعلق کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ ہوا کہ غیر مسلموں کے دلوں میں کدورت پیدا ہوئی اور انہوں نے اسلام پر اس حیثیت سے کبھی نہیں غور کیا کہ یہ ان کو انہی کی بھلائی جوئی پھائیوں کو یا دولانے اور انہی کے بیویوں اور بھائیوں کے ورثہ کو ان کی طرف منتقل کرنے کی ذمہ داری ہے بلکہ اس کو ایک دروغ اور ہزن کی طرح نفرت کی بجائے سے دیکھا جو ان سے ان کے دین و دہرم کو چھین کر ان کے لیے خود مسلط ہونا چاہتا ہے۔

۳۔ اسلام کو پیش کرنے میں دوسری غلطی یہ کی گئی کہ اس کو بحیثیت ایک نظام زندگی کے نہیں پیش کیا گیا جو زندگی کے سارے انفرادی و اجتماعی اور مابعد الطبیعی مسائل کو ایک وحدت میں پروتا اور اب کو عقل و نظر کے مطابق حل کرتا ہے۔ بلکہ سارا زور ہمارے مبلغوں اور مناظروں نے چند ایسے مسائل پر صرف کیا جو عیسائیوں یا ہندوؤں

کے ساتھ مذہبی تصادم سے پیدا ہو گئے تھے مثلاً روح اور مادہ کے حدوث و قدم کی بحث، تسامح کا مسئلہ، الوہیت
یسوع اور تثلیث کا بھگڑا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے مسائل سے ہر فرقہ کے تھوڑے سے پیشہ ور مناظروں کو دلچسپی ہوتی
ہے جن کی اصلی کامیابی ان کے حل کرنے میں نہیں بلکہ ان کو زیادہ سے زیادہ الجھا دینے میں ہوتی ہے۔ ان لوگوں
کو قابل کرنے کی کوشش کرنا اپنی قوت و قابلیت کو ضائع کرنا اور اپنے وقت کو برباد کرنا ہے۔ لیکن ہمارے مبلغین
نے زیادہ تر اسی طرح کے معرکوں میں زندگیاں بسر کر ڈالیں اور انھیں اس بات پر غور کرنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ
یہ مسائل تو چند انسانوں کی دلچسپی کے ہیں اور وہ بھی ان کو حل کرنا نہیں چاہتے بلکہ الجھانا چاہتے ہیں باقی ساری دنیا
کے سامنے تو آج بالکل دوسرے ہی مسائل ہیں جن کے حل کرنے کے لیے دنیا بے چین بھی ہے اور جن کے حل ہونے
ہی پر دنیا کی نجات کا انحصار ہے۔ اور جو مذہب بھی آگے بڑھ کر ان مسائل کا قابل قبول حل پیش کرے گا وہی ساری
دنیا کا مذہب بن سکتا ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جو اپنے ایجاد کیے ہوئے طریقوں کو آزما کر تھک چکی ہو و زندگی کے
مذہبی و اجتماعی مسائل کا کوئی حل نہ پا رہی ہو، اگر اسلام کو محض چند عقائد اور چند رسوم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک
کامل نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا جاتا تو آج دنیا کا نقشہ ہی بدل جاتا لیکن ہمارے اندر سے جو حضرات تبلیغ اسلام
کے مقصد سے اٹھے یا جنہوں نے اسلام پر کتابیں لکھیں شاید ان کے سامنے مذہب کا صحیح تصور تھا جو صرف چند اذمانیات
پر مشتمل ہے اور زندگی کے عملی مسائل سے جس کو کوئی اثنائی تعلق نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح مسیحیت کی لائسنی موثر گائیڈ
سے دنیا کے ذہین طبقہ نے کوئی دلچسپی نہیں لی اسی طرح اسلام کے ان مسائل کی طرف بھی پڑھی لکھی دنیا نے کوئی توجہ
کی اور تبلیغ اسلام کی یہ ساری ہمتیں اسی مذہبیت کے ٹھوڑے سے پرستاروں کے اندر محدود رہ گئی اور اصنامیت
وقت کے سوا اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔

(۲) اس سلسلہ کی تیسری علمی غلطی یہ ہے کہ اسلام پر کچھ کھا گیا وہ یا تو خالص اکیڈمک قسم کی چیزیں ہیں یا مناظر
طرز کی ہیں یا مندرت خواہانہ انداز کی ہیں یا پھر شکل و بحث و استدلال کے رنگ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی نسبت
بے تکلف کہا جاسکتا ہے کہ ان میں دعوت دین کے مقصد کیلئے کوئی چیز بھی اصلاً نافع نہیں ہے۔ علمی بحثیں ان لوگوں کے لیے
بے شک مفید ہیں جو اسلام کے اس پہلو پر بصیرت حاصل کرنا چاہتے ہوں جس سے وہ بحث متعلق ہے لیکن دعوت

و تبلیغ کے لیے نہ وہ کبھی جاتیں نہ اس مقصد کے لیے ان کے اندر کوئی اصلاحیت اور کشش ہوتی۔ نہ تاظرانہ طرز کی چیزیں اور نہ تو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہیں مخصوص قسم کے مسائل پر ہیں جن سے اسلام کا کوئی آئیڈیا نہیں ہوتا۔ مثلاً ان کے اندر وہ تمام خرابیاں ہیں جو دلوں کو اسلام سے قریب کرنے کے بجائے دور کرتی ہیں۔ معذرت خواہانہ انداز کی چیزوں سے ہمارا اشارہ ان حضرات کی مذہبی تصنیفات کی طرف ہے جو یورپ سے مرعوب تھے۔ جو چیز اہل یورپ کے ہاں محمود قرار پائی، ان حضرات نے کوشش کی کہ اس کا وجود اسلام میں بھی ثابت کر دیں اگرچہ اسلام اس سے ہزاروں کوس دور ہو۔ اسی طرح جو چیز ان کے ہاں مبغوض قرار دیدی گئی اس کے اٹھارے دلائل ان حضرات نے بھی جمع کرنے شروع کر دیے اگرچہ وہ اصولی اسلام میں داخل ہو۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کمزور اور منفعلساز ذہنیت کے لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے نہ تو وہ اسلام کی صحیح ترجمانی ہے اور نہ اس کے اندر وہ داعیانہ اطمینان و یقین سے جو دلوں کو کھینچتا اور دماغ کو اپیل کرتا ہے۔ تنہا نہ طرز پر جو چیزیں لکھی گئی ہیں وہ ان سب سے زیادہ مایوس کن ہیں۔ تشکلیں کا طرز استدلال عقل و فطرت سے سب سے زیادہ دور ہے۔ اس سے کسی مسئلہ کی گرجوں میں اضافہ تو کیا جاسکتا ہے بلکہ ایسی گروہ کو کھولنا نہیں جاسکتا۔ یہ طرز استدلال صرف بے محنتیوں کے لیے نوزوں ہے۔ اس کے اندر تو دلنشینی ہے، کشش ہے، ذہنی تسلیم اور فطرت انسانی سے کوئی موافقت رکھتا۔ اور اسلام کو پیش کرنے کا ذریعہ اس کو بنانا لوگوں کو اسلام سے متفر اور بدگمان کرنا ہے۔ اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا واحد طریقہ وہی تھا جو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول نے اختیار کیا لیکن ہمارے تشکلیں یونانیوں کے فلسفہ سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ انھوں نے قرآن کے طرز استدلال کی طرف نہ صرف یہ کہ سرے سے کوئی توجہ ہی نہیں کی بلکہ اس کو مٹھوں کیا اور حقیر ٹھہرایا۔ یہ غلطی ہمارے پرانے تشکلیں نے بھی کی اور اسی غلطی کے مرتکب ہمارے نئے تشکلیں ہوئے۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں پر اسلام کی حجت تمام کرنا تو الگ رہا، خود پڑھے لکھے مسلمان بھی جو مسلمان باقی رہنا چاہتے تھے یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرنا چاہتے تھے، یہ کہنے لگے کہ اسلام بس دل سے مان لینے کی چیز ہے۔ عقل سے سمجھنے کی چیز نہیں ہے۔ اور جو جہی اور بیباک تھے وہ علانیہ اسلام کا مذاق اڑانے اور اس کی تعلیمات کا تہنگ کرنے لگے۔ اور نام کے سوا ہر چیز میں اسلام سے بالکل آزاد ہو گئے۔

مروجہ طریقہ تبلیغ میں عملی پہلو سے بھی کچھ کم غلطیاں نہیں ہیں۔ ان میں سے بھی بعض کی طرف ہم یہاں اشارہ کریں گے۔

(۱) اپنی عملی غلطی مسلمانوں کی شتر گزری ہے۔ شتر گزری سے مطلب یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ ایک معمولی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کی تعمیر اسلام اور ایمان کے اصولوں پر ہوئی ہے لیکن دوسری طرف یہ اس طرح کی تمام خصوصیات بھی رکھتے ہیں جس طرح کی خصوصیات ایک قوم میں ہوتی ہیں جو نسل و نسب یا وطن کے اشتراک یا تہذیب و معاشرت کی یکسانی سے بن جاتی ہے۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر یوم آخرت پر ایمان لائے اور معیشت و معاشرت اور اخلاق و عمل کے سارے گوشوں میں اللہ اور اس کے رسولوں کے بتائے ہوئے طریقوں کا پابند ہو۔ دوسری طرف بے شمار ایسے انسان بھی ان کے اندر شامل ہیں جو بجز اس کے کسی مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں اور کسی طرح کا بھی اشتراک ان کے ساتھ نہیں رکھتے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ان اصولوں پر عمل نہیں کرتے جن پر اسلامی جماعت کی تعمیر ہوئی ہے بلکہ ان کے کلمہ کھلا منکر ہیں تاہم نہ صرف یہ کہ وہ مسلمان کے اندر شامل ہیں بلکہ ان کی نمائندگی اور قیادت تک کرتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ اخلاق و عمل کا ایک پورا نظام پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے منحرف ہو کر کوئی شخص مسلمان نہیں باقی رہ سکتا دوسری طرف بد اخلاقی اور بد عملی کی جتنی قسمیں دوسری قوموں کے اندر پائی جاتی ہیں ان سب کے نمونے وہ خود پیش کرتے ہیں اور اس سے ان کی اسلامیت میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔ ایک طرف تو یہ اپنی ساری وابستگی ایک نظام حق کے ساتھ دکھاتے ہیں لیکن دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مصطفیٰ کمال تک کی پوری تاریخ کو اسلامی تاریخ بتاتے ہیں جس کا ایک بڑا حصہ اسلام کے نظام حق سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ایک طرف تو یہ مدعی ہیں کہ ہر باطل نظام سے ان کا تعلق نہ صرف منفی قسم کا ہے بلکہ اس کی نفی اور خداوت ان کے ایمان کا مقتضی ہے لیکن دوسری طرف یہ حال ہے کہ انگریزوں کے قائم کیے ہوئے نظام باطل کے ہر شعبہ میں حصہ لینے کے لیے یہ اسی طرح بھاگ دوڑ کر رہے ہیں جس طرح اس ملک کی غیر مسلم قومیں کر رہی ہیں۔ اپنی یہ دورنگی چاہے مسلمان خود محسوس کرتے ہوں لیکن دوسری قومیں کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان کی اس عجیب و غریب پوزیشن پر قہقہہ نہ لگائیں۔ وہ ایک ہی جماعت کی طرف سے یہ دو متناقض دعوے سن کر تیراں ہوتی ہیں اور ان میں سے اگر کسی خدا کے بندے کو اللہ کی توفیق سے اسلام کی طرف کشش بھی ہوتی ہے تو وہ یہ دیکھ کر رک جاتا ہے۔

مسلمان تو ہی طرح کی قوم ہے جس طرح کی قوم سے نکل کر وہ ان کی طرف جانا چاہتا ہے۔ پھر ایک قوم کو چھوڑ کر بالکل نئی طرح کی قوم میں داخل ہونے کے کیا معنی! ہماری اس دورنگی کے باوجود اگر کوئی نیک دل غیر مسلم اسلام لاتا ہے تو یقین کرنا چاہیے کہ وہ ہماری دعوت کی وجہ سے اسلام نہیں لاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کے دین کی غلطی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا غلط ہونا بھی واضح کر دیا ہے اور وہ اسلام کو مسلمانوں سے بالکل الگ کر کے دیکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے پاک نفوس دنیا میں بہت کم ہیں۔ ورنہ وہ قوم دنیا میں اسلام کی اشاعت کیا کر سکتی ہے جس کے بے اصولیوں کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک بزرگ تبلیغ دین یا اشاعت علم دین کے لیے ایک ادارہ قائم کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے مسلمانوں سے روپیہ وصول کر کے سوڈ پر چلاتے ہیں۔ خود ایک ہندو یا عیسائی تبلیغی کالج میں نوکریں اور اپنے حوزہ کو کسی آریہ یا مشن کالج میں تسلیم دلا رہے ہیں!

(۲) دوسری عملی غلطی یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی شاید سچی مشنریوں کی دیکھا دیکھی ہمیشہ تبلیغ کے لیے پست حال طبقوں پر نظر رکھی حالانکہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ تبلیغ میں اول طبقات کی طرف ہونا چاہیے جن کے افکار و نظریات کی قیادت میں سوسائٹی کا نظام چلتا ہے۔ یہی لوگ دراصل کسی قوم کو بناتے ہیں یا بگاڑتے ہیں۔ اگر یہ راہ راست پر آجائیں تو سارا نظام آپ سے آپ راہ راست پر آجاتا ہے اور اگر یہ بگڑے ہوئے رہیں تو اولاً تو نیچے کے طبقات میں کوئی اصلاح واقع نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو وہ بالکل عارضی ہوتی ہے۔ ان کا شغل مزاج بہت جلد ان خرابیوں کو پھر قبول کر لیتا ہے جن کا دباؤ اوپر کے موثر اور عالی طبقہ کی طرف سے پڑتا ہے۔ اس کی مثال بالکل قلب اور اعصاب و جوارح کی ہے۔ اگر قلب کی اصلاح ہو جائے تو سارا جسم خود بخود تندرست ہو جاتا ہے اور اگر دل میں بیماری ہو تو اعصاب و جوارح پر روغن کی مالش اور صناد سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ عیسائی مشنریوں کے سامنے صرف اپنی تعداد بڑھانے کا سوال تھا اس وجہ سے ان کے لیے یہ تدبیر کارگر تھی لیکن مسلمان کے لیے صرف امانتہ قداد کے خیال سے تبلیغ کرنا ناجائز ہے۔ ان کو تو اللہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانا اور ان کی پوری زندگی کو سنوارنا ہے۔ اس طرح کا سنوارنا اسی وقت ممکن ہے جب پورا ماحول سوسائٹی اور پورے ماحول کا سنوارنا صرف اس صورت میں متوقع ہے جب سوسائٹی کا ذہن اور کارفرما طبقہ اصلاح قبول کرے۔ جو لوگ اجتماعیات پر تھوڑی بہت نظر رکھتے ہیں۔

وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ سماجی اور انقلابی تحریکیں تو نیچے سے چل کر اوپر کے نظام کو درہم برہم کر دیتی ہیں لیکن ٹھوس اصلاحی اور عقلی دعوتیں اسی وقت بڑھ پکڑتی ہیں جب اوپر سے نیچے کی طرف اثر انداز ہوں مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے دعوت دین کا کوئی کام کیا خواہ مسلمانوں کے اندر یا ان سے باہر انھوں نے بالعموم یہ غلطی کی کہ اپنی نظر ہمیشہ پست حال طبقوں کی طرف رکھی اور ان کو کلہ پڑھا کر یا ناز سکھا کر انھوں نے سمجھا کہ ان کی اصلاح ہو گئی۔ جب اس طرح سے بعض جزئی اصلاحیں تو ہو جاتی ہیں لیکن زندگی بحیثیت مجموعی نہ کوئی تبدیلی قبول کرتی نہ قبول کر سکتی ہے۔ جب آب و ہوا بحیثیت مجموعی خراب ہو تو مریضوں کے علاج سے زیادہ اسباب مرض کے استیصال کی کوشش کرنی چاہیے اور ان گندے نالوں کو بھرنا چاہیے جو جراثیم کو پھیلاتے اور ہوا کو خراب کرتے ہیں۔ اس کے بغیر جو اصلاح بھی ہوتی ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ رہے تو ایک شخص ایسے مقام پر جہاں طاعون اور میضہ کی وبا پھیلی ہوئی ہے لیکن اس کو ٹیکہ لگا دیا جائے۔ یہ ٹیکہ عارضی طور پر ٹیکتے مفید اثر کا کچھ دنوں تک مقابلہ کرے لیکن تاکہ ایسی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء کریم جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے معلوم ہو گا کبھی عام لوگوں کو پہلے خطاب نہیں فرمایا بلکہ سوائی کے کارفرما عناصر کی ذہنیات کو تبدیل کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور ان کی اصلاح کو عوام کی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔

دوسرا تیسری غلطی یہ ہے کہ مسلمانوں نے تبلیغ کا ذریعہ صرف الفاظ کو بنایا حقیقی اسلامی زندگی کا عملی مظاہرہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ مجرہ و اسلام کے اصولوں کی خوبی کی وجہ سے تو صرف ٹھوڑے سے ذہین اور غیر معمولی اخلاقی برائی رکھنے والے لوگ ایمان لاسکتے ہیں، دنیا کا بڑا حصہ تو اسی وقت ان اصولوں کی سچائی کا اقرار کرے گا جب عملی زندگی کے اندر ان کو ابھرتا اور اچھے نتائج پیدا کرتا ہو دیکھے گا۔ لیکن ہمارے یہاں عرصہ سے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جو جدوجہد کی گئی ہے اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ہمارے خوش بیان و غلطوں، پر جوش مہلتوں، اور ناشائستہ مصنفوں نے دنیا کو اسلامی زندگی کی خیالی فردوس کی سیر کرائی۔ اور لطف یہ کہ ایک طرف یہ حضرات اسلام کے ترویج و اجتماعی برکات کی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملاتے رہے اور دوسری طرف پوری اسلامی سوسائٹی اپنے اندر تمام مفاسد جاہلیت کو لیے ہوئے، ان کے دعاوی کی تکذیب کرتی رہی۔ اور چونکہ عمل کی خاموش زبان دعوتی کی ناطق زبان سے زیادہ موثر ہے اس وجہ سے یہ سارے وعظ و نصیحتیں گم ہو گئے اور دنیا ٹس سے مس نہ ہوئی۔

اگر مجرد لغائی کو چھوڑ کر خدا کے کچھ بندوں نے اس بات کی کوشش کی ہوتی کہ جن اصولوں پر وہ ایمان لائے ہیں انہی اصولوں پر ایک سوسائٹی کی تعمیر کریں تو اس کوشش میں ناکام ہو کر بھی وہ دعوت اسلام کی اس سے بدرجہا شاندار خدمت انجام دے سکتے تھے جو انہوں نے اپنے غلطوں اور لچروں میں کامیاب ہو کر انجام دی۔ اسلام کو فرد اور جماعت اور ساری دنیا کے لیے نیرو بہت ثابت کرنے کے لیے نہ تھا یہ چیز کافی ہو سکتی کہ عہد انہی کے کچھ واقعات لوگوں کو سنا دیے جائیں اور نہ ہی بات کچھ مفید ہے کہ اس کے عقلی اسکاٹات پر مضامین لکھے جائیں اور تقریریں کی جائیں۔ اس کا واحد طریقہ عمرت یہ تھا کہ اسلام کے اصولوں پر ایمان لانے والی جماعت اجتماعی صورت میں ان اصولوں کا مظاہرہ کرتی۔ امنوس ہے کہ سب کچھ ہوا مگر یہی بات نہیں ہوئی۔

(۲) چوتھی غلطی یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی تبلیغ دین کیلئے بعض اسی طرح کے اوجھے طریقے اختیار کیے جس طرح کے اوجھے طریقے عیسائی مشنری یا آریے استعمال کر رہے ہیں۔ عیسائیوں نے دنیا کے گزے ہونے بلقعات کو جن ترقیاتی یا ترقیاتی سے عیسائی بنایا انہی طریقوں کو مسلمانوں نے اپنانا چاہا۔ جو بتکلندے آریے استعمال کرتے تھے مسلمان بھی بے تکلف ان کے استعمال کرنے پر آمادے بنا نظر دے میں جو زبان درازیاں رنج بختیاں اور دھینگہ مشتیاں دوسروں نے کیں مسلمان بھی ان میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر کسی لالچ میں آکر یا کسی غلط فہمی میں پڑ کر آریہ ہو گیا تو آریوں نے اپنی فتح کا ڈنکا بجایا۔ اسی طرح اگر کسی ہندو نے اسلام کا اظہار کر دیا تو مسلمانوں نے اس کو آسمان پر چڑھانے کی کوشش کی۔ تاوان بچوں کو بہکانا اور بھگانا ایسا جس طرح دوسروں کے یہاں آریہ دین کے پروگرام کا ایک جز تھا اسی طرح مسلمان بھی ان چیزوں کو بجا نہیں سمجھنے لگ گئے۔ اگر نفس کے ہیجان سے کوئی ہندو عورت کسی بے قید مسلمان کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی تو ساری قوم نے اس کو اپنا منشا بنا لیا اور اس طرح کی بے حیائی اور آوارگی بھی نصرت دین میں داخل ہو گئی۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی بد اخلاق عورتوں اور آوارہ منش مردوں نے تبدیل دین کو ایک پیشہ بنا لیا۔ صبح آریہ اسلام کا اعلان کر کے مسلمانوں کے کندھوں پر سوار ہوتے اور شام کو اپنے آریہ یا عیسائی

ہونے کا اعلان کر کے اُریوں یا بیسائیوں سے روپے اچھے جس زمانہ میں شہی سنگٹن کا دور تھا ایک بزرگ نے ولی کی مسلمان رہائیوں کو بھی اپیل کی تھی کہ وہ اپنے غیر مسلم آشنائوں پر تبلیغ اسلام کیا کریں۔ ان حرکتوں کا نتیجہ ہوا کہ غیر مسلموں کی نظروں میں اسلام بالکل بے وقعت ہو گیا۔ وہ یہ سمجھنے لگے کہ یہ بھی دنیا کا ایک کاروبار اور تعداد بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے جس کو شخص عوام فریبی کے لیے مسلمان اللہ کے دین کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھنے میں وہ بالکل حق بجانب تھے کیونکہ جس مقصد سے اور جن طریقوں سے وہ یہ کام کر رہے تھے جب اسی مقصد اور انہی طریقوں سے بالکل مطابق انسل، انسل، مسلمانوں نے بھی یہ کام انجام دیا تو آخر ان کے دلوں پر اسلام کی برتری کا سکہ کیسے مٹتا!

(۱۵) پانچویں علی غلطی یہ کہ اس زمانہ میں چاہے کسی اور کام کے لیے مسلمان کسی قابلیت کی ضرورت سمجھتے ہوں گے تو اس کے لیے سہ سے کسی قابلیت کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ایک امامت مجدد فرستیں دین۔ ایک زمانہ تو وہ تھا جب مسجد میں امامت یا تو امیر اسلام کرتا تھا یا وہ شخص جس کو امیر اسلام اس کام پر مقرر کرے یا اب یہ زمانہ ہے کہ جو شخص دنیا کا کوئی اور کام انجام دینے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو مسلمان اس کو اپنی مسجدوں کی امامت کے لیے ڈھونڈتے ہیں۔ اسی طرح ایک مبارک زمانہ تو وہ تھا جب ہر مسلمان یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امامت کو برپا ہی اس لیے کیا ہے کہ خدا کے رسول نے دین حق جس احساس ذمہ داری جس سرگرمی اور جس دن سوزی کے ساتھ ان کو پہنچایا ہے اسی احساس ذمہ داری اور سرگرمی اور دلسوزی کے ساتھ یہ ذمہ داری کو پہنچائیں اور اسلام کا سیاسی ادارہ اپنے تمام شعبوں اور اپنے تمام اہل سے اہل کار کنوں سمیت، صرف اس فریضہ رسالت کی ادائیگی کا ایک ذریعہ تھا جو اللہ کے رسول کی طرف سے اس امامت کی طرف منتقل ہوا تھا۔ اب یہ حال ہے کہ پوری اسلامی سوسائٹی تو اپنے تمام ذہین اور کارفرما افراد اور طبقات کے ساتھ ایک نظام باطل کی خدمت میں لگی ہوئی ہے البتہ خدا کے بعض نیک بندوں کو کسی کسی یہ خیال بھی ہو جایا کرتا ہے کہ تبلیغ اسلام بھی ایک کام ہے اور اگر وہ سرمایہ دار ہیں تو اپنا کچھ سرمایہ لگا کر کے اور اگر سرمایہ دار نہیں ہیں تو مسلمانوں سے پیسے اکٹھا کر کے کچھ تنخواہ دار ملازمین تبلیغ اسلام کے لیے مقرر کر دیتے ہیں۔ ان ملازمین میں سب سے بڑی صفت جو ملازمت کی جاتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے متعلق کچھ ایسی سیدھی معلومات رکھتے ہوں اور مناظرہ اور تقریر کیسے کرنا

انہی جگہوں کو پر کرنے کے لیے ہمارے بستے عربی مدرسوں میں مناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس چیز کی طرف وہ بی طلبہ رغبت کرتے ہیں جو ذہنی اعتبار سے بالعموم ناقص ہوتے ہیں اور ٹھوس علمی چیزوں سے گھبراتے ہیں۔ یہی لوگ کچھ تقریر اور مناظرہ کی مشق ہم پہنچا کر اور کچھ ادھر ادھر سے اسلام اور دوسرے مذاہب کے متعلق بے ربط معلومات فراہم کر کے کسی بچھن کی طرف سے تبلیغ اسلام شروع کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام سے واقف ہوتے، دوسرے مذاہب اور ان کے اندر اسلامی سیرت ہوتی، محض زبان کے زور سے یہ لوگ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ معلوم ہے۔

مروجہ طریقہ تبلیغ کی بعض موٹی موٹی علمی عملی غلطیوں کی طرف ہم نے یہ اشارہ محض اس لیے کیا ہے کہ ہمارے رفقا کو جو تبلیغ کرنی ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے جو اب تک ہندوستان میں ہوتی رہی ہے۔ ہمارے سامنے بعینہ وہی دعوت ہے جو حضرت انبیاء کرام علیہم السلام نے دی اور اس دعوت کو پھیلانے کا طریقہ بھی وہی ہے جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے اختیار فرمایا۔ ہم جس طرح ان کی دعوت میں کسی قسم کی تباہی ناجائز سمجھتے ہیں اسی طرح اس دعوت کے طریق کار میں بھی ہر ذریعہ اس قسم کی ترمیم ناجائز ہے۔ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے اس وجہ سے وہ تمام خوبیاں اور برکتیں اس کے اندر موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ میں ہوتی ہیں۔ دنیا میں اس طریقہ کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے اور ہمیشہ یہ کامیاب ثابت ہوا ہے اس وجہ سے ہم یقین کرنا چاہیے کہ اگر یہ طریقہ ہم نے بھی اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس مقصد کو ہمارے ہاتھوں بند کرے گا جس کے لیے ہم عزم کر کے اٹھے ہیں۔ اس میں شکلیں ہیں لیکن جب آدمی یہ خیال کر کے اس طریقہ کو اختیار کرتا ہے کہ اس طرف انبیاء و علی نے اختیار کیا ہے اور کسی نے اس کو اختیار کرنے کی توفیق نہیں پائی تو اس کی ساری شکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ یہ صبر آزما، خشک اور بے مزہ ضرور ہے لیکن جب آدمی یہ سوچتا ہے کہ اس کو اختیار کرنے والے کبھی نامراد نہیں ہوئے تو اس کی ساری خشکی اور بوجھ گلاوت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ آئینہ ہم قرآن کی روشنی میں پوری تفصیل کے ساتھ بتائیں گے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے کس مقصد کی تبلیغ کی، کس طرح تبلیغ کی، ان کی تبلیغ میں کیا کیا مرحلے پیش آئے اور ہر مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی رہنمائی کے لیے کیا ہدایتیں نازل ہوئیں اور اس طریقہ تبلیغ سے کیا برکتیں ظہور میں آئیں۔